گلستانِ قبلۂ عالم کی سدا بہار خوشبو
حضرت خواجہ کریم بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
کی حیات سعید کے چند ایک گوشے
از قلم
غلام جیلانی چاچڑ
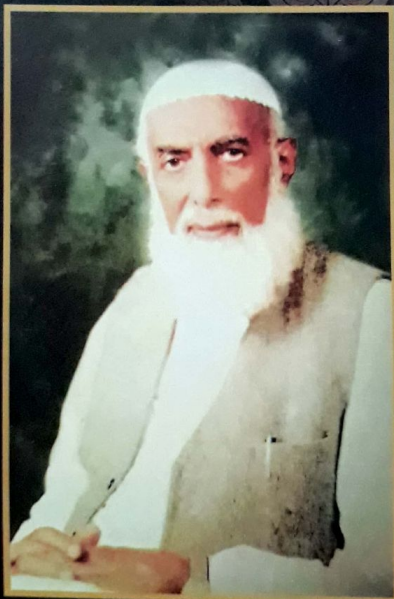
گلستانِ قبلۂ عالم
کی سدا بہار خوشبو

یعنی

حضرت خواجہ کریم بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
کی حیات سعید کے چند ایک گوشے

غلام جیلانی چاچڑ
جتوئی ضلع مظفر گڑھ
0308-6759246

ناشر: ادارہ تعلیمات اسلامیہ ٹھٹھہ چنڈیر

عظیم روحانی پیشوا

اس جہانِ رنگ و بو میں کچھ ایسے مردانِ خدا بھی جلوہ فرما ہوتے ہیں جو دنیوی نمود و نمائش سے بیزار اور تفاخر سے کوسوں دور و نفور رہتے ہیں۔ ایسے مقدس نفوس پر پروردگارِ عالم کا کتنا بے پایاں فضل و کرم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دنیائے دنی میں رہنے کے باوجود اِس قدر بے نیاز و بے تعلق ہوتے ہیں کہ اُن کا دامن کسی صورت بھی حبِ دنیا میں ملوث نہیں ہو پاتا۔ یہ قدسی صفات محبوبِ حقیقی، حسنِ ازل کی محبت میں مستغرق، مے توحید سے مخمور اور اس کے محبوب مکرم، مرقع جمال و کمال ﷺ کے حسین جلوؤں میں گم رہتے ہیں۔

ایسے ہی خدا رسیدہ بزرگان کے متعلق باغِ رسالت کے عندلیب خوشنوا، حضرت سیدنا شیخ سعدی کے کیف آور اشعار خالی از حقیقت نہیں ہیں۔

تاجدارِ سخن حضرت مصلح الدین المعروف شیخ سعدی فرماتے ہیں:

عاشقان کشتگانِ معشوقند
بر نیاید ز کشتگانِ آواز

عصرِ حاضر کے عظیم روحانی پیشوا، حضرت سیدنا خواجہ کریم بخش چشتی مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی کچھ ایسے قابلِ فخر نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی پُر وقار شخصیت کے کئی ایک پہلو ہیں۔ اِن میں سے ہر ایک پہلو تشنۂ قلم ہے۔ ہر ایک کی حیثیت اپنی جگہ قابلِ رشک، قابلِ قدر اور قابلِ عمل ہے۔ مزید برآں! اس بات کا متقاضی ہے کہ حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو اور ہر جہت کو بالتفصیل احاطۂ تحریر میں لایا جائے، تاکہ مریدین و معتقدین کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو، مثلاً:

(1) حضرت سیدنا خواجہ کریم بخش مہاروی بحیثیت ایک عالمِ باعمل۔
(2) حضرت خواجہ صاحب بحیثیت صوفیٔ شب زندہ دار۔
(3) حضرت خواجہ کریم بخش بحیثیت پیر طریقت و شیخ وقت۔

(4) خواجہ کریم بخش مہاروی ایک مردِ خود آگاہ۔

(5) خانوادۂ قبلہ عالم کے عظیم چشم و چراغ۔

(6) گلستانِ قبلہ عالم کی سدا بہار خوشبو۔

(7) حضرت خواجہ صاحب سراپا عجز و نیاز۔

(8) احترام سادات کی روشن مثال۔

(9) خواجہ کریم بخش اور احترام علماء۔

(10) حضرت خواجہ کریم بخش مہاروی محبوبِ حبیب خدا ﷺ۔

مجھ ناتواں و ناکارہ کی کیا بساط کہ ایسی روحانی شخصیت کی سوانح پر خامہ فرسائی کروں، کیونکہ ہر حوالے سے مجھ سے بہتر علمائے کرام کی ایک جماعت موجود ہے جسے آپ کے دستِ حق پر بیعت کا شرف حاصل ہے۔ جو بطریقِ احسن آپ کی سیرت و حالات قلمبند کرنے کے لیے موزوں و مناسب تر ہیں۔

راقم الحروف اپنی علمی و روحانی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود اپنی عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنا باعث سعادت

تصور کرتا ہے اور حضرت کے روحانی فیوض و برکات سمیٹنے کی غرض سے اپنے چند مشاہدات سپردِ قلم کرتا ہے۔

فنا فی اللہ کے مقام پر متمکّن درویش:

دورِ طالب علمی کی بات ہے جب میرے شعور میں پختگی نہ آئی تھی اور جواسیس القلوب (دلوں کے جاسوس) حضراتِ صوفیہ کرام کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کی مطلقاً خبر نہ تھی۔ عصر حاضر کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ کریم بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پڑوس میں واقع "بستی ترک" میں اپنے مریدین کے ہاں جلوہ افروز تھے۔ میرے والد گرامی مجھے حضرت کی بارگاہ اقدس میں لے گئے۔ شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے۔ والدِ ماجد نے سرائیکی لہجے میں دست بستہ گزارش کی:

"قبلہ سائیں! اے میڈا بال کتاباں پڑھدا پے، دعا ڈیوو اللہ پاک کامیابی (عالم باعمل) عطا فرما دے۔"

حضرت قبلہ نے ازراہِ شفقت تعویذ عطا فرمایا۔ حسنِ اتفاق

سے آپ اس وقت اکیلے تشریف فرما تھے۔ ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے باوجود مجھے ایک عرض پیش کرنے کی جسارت ہوئی، میں نے اتنی بڑی بارگاہ میں بلاخوف اور کچھ سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا۔

"قبلہ! میں نے پڑھا ہے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج پر جارہے تھے۔ جنگل میں ایک خستہ حال فقیر نے کہا:

"کہاں کا اِرادہ ہے؟" حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا:

"بیت اللہ شریف کا طواف اور زیارت کرنے جارہا ہوں۔"

فقیر برجستہ بولا: "مکۃ المکرمہ جاکر بیت اللہ کو دیکھے گا اور اس کا طواف کرے گا، مگر خدا تعالیٰ جل جلالہ کو تو نہ دیکھ سکے گا۔ ادھر آ، میری زیارت اور میرا طواف کرلے۔"

"چوں مرادیدی خدارا دیدہ"

جب مجھے دیکھ لیا گویا خدا کو دیکھ لیا۔

اِس قدر واقعہ بیان کرنے کے بعد میں نے عرض کیا:

حضور! اُس درویش نے ایسا کیوں کہا اور وہ اُس وقت کون سے

مقام پر فائز تھا؟ برجستہ اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا: "وہ اُس وقت فنافی اللہ کے مقام پر متمکن تھا۔" پیرِ رومی نے کیا خوب فرمایا ہے،

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہ پہلی بار زیارت اور اِستفادہ کا موقع تھا، پھر متعدد بار زیارت کے مواقع میسر آئے۔ حضرت والا کی دل آویز روحانی شخصیت دل میں جاگزیں ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس دور کے صوفیاء کرام میں سے سب سے زیادہ عقیدت کا محور حضرت موصوف کی ذاتِ گرامی ہی ٹھہری۔

گھڑیاں انتظار کی:

ایک مرتبہ راقم الحروف کو چند دوستوں کے ہمراہ حاجی محمد منیر سکھانی (یا کیوالی، علی پور) کے ہاں رات گزارنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ کل علی الصبح میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد کریم بخش مہاروی میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں گے۔

میرے دل میں موجود حضرت کی محبّت نے مجھے اپنی تمام تر مصروفیات سے بے پرواکر دیا۔ دل میں ٹھان لی کہ اب تو زیارت کر کے ہی جانا ہے۔شوقِ دیدار پاؤں کی زنجیر بنا۔انتظار کی گھڑیاں کتنی سخت اور دُشوار ہوتی ہیں، یہ جاننے والے ہی جان سکتے ہیں۔معروف پرگوشاعر تحسین سبائیوالوی یاد آگئے،

ہر لحہ ایک صدی ہے تیرے انتظار کا
ظالم نہ وقت کاٹے، کٹتا دکھائی دے

حضرت قبلہ تشریف لائے، بندہ نے ہاتھ قدموں پہ رکھ دیئے، مصافحہ کیا اور دست بوسی کی۔ ہمارے دوست حاجی منیر احمد صاحب نے دست بستہ عرض کیا: ”حضور! مولانا غلام جیلانی ہمارے دوست ہیں، جامعہ انوار العلوم ملتان سے حدیث شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، مطالعہ اور تحریر نویسی کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں، آپ سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں، دعا کے ملتجی ہیں، چاہتے ہیں قادر و قیوم ذات دین متین کا کچھ کام ہم بے

کاروں سے بھی لے لے۔حضور! نظر کرم فرمائیں۔“
حضرت نے کمال توجہ سے ایک نظر دیکھا اور خاموشی اختیار فرمائی۔
آج جب اس حسین منظر کا تصور سامنے آتا ہے تو بے اختیار لبوں سے نکلتا ہے۔

تیری اک نظر کی قیمت میری ساری زندگانی

بحر روحانیت کی شناور ہستی:

راقم الحروف کے پیر و مرشد حضرت سید مرید قلندر شاہ بخاری علیہ رحمۃ الباری (مہرے والہ فاضل پور، ضلع راجن پور) کی بارگاہ میں حاضری کے دوران گوشۂ تنہائی میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ مبارکہ کے متعلّق بات چل نکلی کہ اس وقت روحانیت میں کون بزرگ سب سے آگے ہیں۔آپ نے فرمایا:
”اِس وقت بزرگانِ مہار شریف میں سے روحانیت میں سب سے آگے خواجہ کریم بخش ہیں۔“ پھر فرمایا:
”اگرچہ میری ملاقات (ظاہری) ان سے نہیں ہے، لیکن وہ ایسے

بزرگ ہیں جو سجادہ نشین سمیت سب سے فوق ہیں۔''

میں نے عرض کیا: مجھے بھی اُن سے عقیدت ہے۔ فرمایا:

''کسی وقت مہار شریف چلے جاؤ اور ان کی دعائیں سمیٹ لو۔''

پیر و مرشد کے اس فرمان کے بعد میری عقیدت میں اور اضافہ ہوا۔ مہار شریف حاضری ہوئی۔ حضرت والا کی زیارت کی، رات وہیں گزاری۔ علی الصبح صاحبزادہ خواجہ محمد اجمل صاحب مدظلہ کے وسیلہ سے دعا کی اپیل کی گئی۔ حضرت نے شرفِ قبولیت بخشا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور میری گزارش پر ایک وظیفہ بھی عطا فرمایا۔

متبحر عالم اور بے مثال مصنّف:

آپ کے جدّ امجد حضرت خواجہ امام بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ جامع شریعت و طریقت صاحبِ مقام بزرگ گزرے ہیں۔ میری دانست کے مطابق حضرت قبلۂ عالم کی اولاد میں سے وہ پہلے صاحبِ تصانیف صوفی مردِ مومن ہیں، جنہوں نے سلسلہ چشتیہ پر بہت کام کیا ہے۔

مخزن چشت فارسی، گلشن ابرار اور مکتوبات وغیرہ ان کی قابلِ قدر تصانیف ہیں۔

آخر الذکر مکتوبات شریف فارسی کا اُردو ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام و خواص کما حقہ مستفیض نہ ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت خواجہ کریم بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات فارسی کو اُردو جامہ پہنانے کے لیے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد غوث مہاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدِ خاص، کہنہ مشق مدرس، شاندار ترجمہ نگار اور عمدہ خطیب پروفیسر عبد الغفور غوثوی کا انتخاب فرمایا۔ جنہوں نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے پہلی بار کتاب ہذا کا بہترین اردو ترجمہ فرمایا۔

پھر حضرت قبلہ نے چشتیہ اکیڈمی کے بانی پروفیسر افتخار احمد چشتی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ ترجمہ شدہ کتاب کو مکتوبات مہاروی کے دل پذیر نام سے طباعت کے مراحل سے گزار کر شائع فرمائیں۔

پروفیسر مرحوم کی کاوشوں سے کتاب طبع ہو کر منظر عام پر

آئی۔ اس قرینے سے مصنف کے تبحر علمی اور عملی فیوض و برکات کو آشکارا کرنے میں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی ذاتِ کریمہ کو سب سے بڑا دخل ہے۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ابوینِ حضور پر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان سے متعلق حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ منیف ''فتح القوی باصلاب النبی'' کو بطور ماخذ استعمال فرمایا۔

مکتوب گرامی:

راقم کو شوق دامن گیر ہوا کہ شاید یہ کتاب حضرت قبلہ کی ذاتی لائبریری میں بصورت مخطوطہ میں موجود ہو۔ راقم نے آپ کی بارگاہ میں عریضہ لکھا۔ آپ نے جوابی مکتوب شریف ارسال فرمایا۔ تبرکاً مکتوب گرامی شائع کیا جارہا ہے تاکہ محفوظ رہے۔

۷۸۶

ازمہار شریف 4/10/98

محترم جناب غلام جیلانی صاحب سلمہ ربہ'

السّلام علیکم ! مزاج شریف واضح باد کہ آپ کا لفافہ ملا، مافیہ سے علم ہوا۔ مکتوبات شریف آپ کو پسند آئی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔ جناب کی مطلوبہ کتب نہ دعاگو کے پاس ہیں نہ یہ علم ہے کہ کہاں سے میسر ہونگی۔ باقی رہا مکتوبات کے نسخے تو دعاگو نے چھپوائے ضرور تھے تقریباً پانچ سو کے قریب تھے دعاگو نے صرف پچاس نسخے حاصل کیے جو کہ احباب میں تقسیم کیے اور باقی سب نسخے جناب پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی کے بطور تعاون ملی سپرد کردیئے اب دعاگو تو فارغ ہے۔ سوائے ایک آدھ نسخہ کے کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کی کتب کا علم ہے۔ آپ مندرجہ ذیل پتہ پر بذریعہ وی پی پارسل منگوا سکتے ہیں۔

فقط السّلام علیکم۔

دعاگو کریم بخش مہاروی

پتہ: پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی۔

کاشانہ چشتیہ گلی نمبر ۷۔ والی

چنیوٹ بازار فیصل آباد۔

چونکہ خط ایک مستقل تحریر ہے اس لیے اسے مصنف کی با قاعدہ تصنیف کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ عقیدت مند کے ہر خط کا جواب عطا فرماتے تھے۔ یقیناً آپ کے سینکڑوں خطوط بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ کے مکتوبات اخلاقی، روحانی، معاشی، اقتصادی اور دیگر مہمات کے حل کے لیے نسخۂ اکسیر ہیں۔ مریدین، معتقدین اور متوسلین کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خطوط جمع کر کے شائع کیے جائیں۔ اس قرینے سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بعض مخفی گوشوں کو آشکارا کیا جا سکتا ہے۔ نیز آپ کے حالات پر مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ حضرت کے مریدین میں شامل جید اور محتاط اہل قلم حضرات آپ کے نقوشِ حیات کو ضبطِ تحریر میں لائیں،

تا کہ تذکرۂ خاندانِ چشت اہل بہشت میں ایک نئے روشن باب کا اضافہ ہو۔

حضرت کا وجود باسعود مخلوقِ خدا کے لیے باعثِ رحمت و برکت تھا۔ آپ اپنے دور کے عدیم المثال عالم، عدیم النظیر شب زندہ دار صوفی اور قابل رشک خود آگاہ مردِ قلندر تھے۔ فقط ولی نہیں، ولی گر تھے۔ کم گوئی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ گفتار میں سلیقہ اور اندازِ بیان نہایت مؤثر تھا، جو سامع کے دل میں گھر کر لیتا تھا۔

قدرت نے انہیں ظاہری و باطنی جود و عطا کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ سائل کی مراد کو اپنے نورِ باطن سے بھانپ لیتے، غریب ہمسایہ کا ہمیشہ خیال فرماتے رہتے، شریعت کی پابندی، علماء کا احترام اور حضرات ساداتِ کرام کی تعظیم و توقیر ان کا شیوۂ حیات تھا۔

نماز حتی المقدور جماعت سے ادا فرماتے۔ عالمِ شریعت کی تعظیم کے لیے قیام کرنا اور پرتپاک طریقے سے مصافحہ کرنا، میں

نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ایک مرتبہ راقم الحروف کے استادِ گرامی حضرت علامہ مولانا خادم حسین سعیدی رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت خواجہ صاحب کی کار سامنے آئی۔ جونہی آپ کی نظر پڑی کار رکوا دی، باہر تشریف لائے، بغل گیر ہوئے، خیریت دریافت کی اور پھر چلے گئے۔

اگرچہ میرا دور طالب علمی تھا، عمر زیادہ نہ تھی مگر حضرت خواجہ کا وہ پرتپاک انداز جب بھی تصور میں آتا ہے تو احترام علماء کا ایک منفرد نقشہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ پھر جب استادِ محترم کی ذات گرامی پر فالج کا زبردست حملہ ہوا، یہاں تک کہ جسم حرکت بالارادہ سے عاری ہو گیا۔ آزمائش کی ایسی گھڑیوں میں انہوں نے حضرت خواجہ کی بارگاہ میں مہار شریف حاضری دی۔

ایک روشن مثال ہستی:

آپ کے ایک مرید مولانا غلام عباس چشتی (ساکن جتوئی،

مظفر گڑھ) کے بقول کہ استادِ محترم ہمیں پہلے سے ہی یہ فرما چکے تھے کہ جونہی حضرت کی تشریف ارزانی ہو، تم سب نے مجھے سہارا دینا ہے، تاکہ میں اپنی نشست سے حضرت کے احترام میں قیام کی سعادت حاصل کر سکوں۔ اِدھر ہم استادِ محترم کے حکم کی تعمیل میں آپ کو اٹھانے کے لیے کوشاں ہوئے، اُدھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از راہِ تواضع و احترام علماء اشارہ سے روک لیا۔ استادِ محترم میرے شیخ کریم رحمۃ اللہ علیہ کو آتا دیکھتے ہی بے قرار ہو کے فرمانے لگے:

''مجھے اٹھاؤ، مجھے اٹھاؤ'' وہ لمحات میرے لیے سخت آزمائش بن گئے تھے، چونکہ ایک طرف استادِ محترم کا حکم تھا، دوسری جانب شیخِ معظم کا فرمان رفیع الشان۔ اب کس ہستی کا حکم مانا جائے اور کس کی حکم عدولی کی جائے۔ میں فرمانِ شیخ اور اشارہ شیخ پا کر رک گیا۔ بخدا! میں نے دیکھا کہ استادِ محترم کی آنکھیں سرخ ہیں، چہرہ کے تاثرات سے مجھے بخوبی یقین ہو گیا کہ آپ ناراض سے لگتے ہیں۔

شیخ کریم، استادِ محترم کی بے تابی بخوبی بھانپ چکے تھے۔ ادب و نیاز اور جسمانی حالتِ زار کو دیکھ کر معمول سے ہٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھے اور السّلام علیکم کہتے ہوئے مصافحہ فرمایا، چونکہ آپ جسیم تھے، اس لیے بڑھاپے اور بعض جسمانی عوارض کی وجہ سے سانس پھول گئی۔ خود کو مشقّت میں ڈالا، مگر ایک عالمِ شریعت کی تکلیف گوارا نہ کی۔ اللہ اللہ، احترامِ علماء کی ایسی روشن مثال لیکن اب تو یہ روش دن بدن گھٹتی اور مٹتی جا رہی ہے۔ گھر سے چائے منگائی، اپنے دستِ کرم سے پیالی میں ڈالی اور بسکٹ پیکٹ سے نکال کر خود ہی پیش کیے۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ از راہ کرم یہ نوید بھی سنائی کہ میں انشاء اللہ قبلۂ عالم کے حضور جا کر آپ کے لیے خصوصی دعا اور عرض گزاری کروں گا۔

کہاں چھپے ہیں وہ جو کج رو کو روشنی بخشیں
کہاں گئے وہ جنہیں اہل جمال کہتے ہیں

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اب تو ایسی ہستیاں عنقاء ہو گئی ہیں۔ آہ، ایسے پرنور چہرے اب کہاں چھپ گئے۔

نام نہاد پیر:

دورِ حاضر کی پیری و مریدی محض رسم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس میں وہ روح باقی نہیں رہی جو ہمارے اسلاف کی محنتِ شاقہ کے نتیجے میں ضوفشاں ہوتی۔

اپنی بازی گری سے دورِ حاضر کے رسمی گدی نشینوں نے اس طریقے سے شہرتِ ظاہری حاصل کر لی ہے، لوگوں نے انہیں دنیائے روحانیت کا شہنشاہ گمان کیا ہے۔ اور وہ مردانِ خدا، پاک طینت، پاکیزہ نفوس جو دریائے محبت کے شناور اور گلشنِ طریقت کے باغبان ہو گزرے ہیں۔ جنہیں اقلیم سخن کے بادشاہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے،

تو نزیں جو دریا نوش ہن
پر جوش تھی خاموش ہن

اسرار دے سر پوش ہن
صامت رہن مارن نہ بک

آسمانِ معرفت کے ایسے درخشندہ ستارے جن میں ہر ایک اپنی جگہ فیوض و برکات اور جود وعطا تقسیم کرنے میں آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں۔ ایسے اربابِ علم ودانش مردانِ خود آگاہ کو آج دنیا جانتی ہی نہیں جبکہ بازاری پیروں اور نام نہاد گدی نشینوں کا بازار گرم تر ہے۔

''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن''

لباس خضر میں راہزن:

یہی درد اہل فہم کو بے قرار رکھتا ہے۔ اور یہی کانٹا اہل جنوں کو چبھتا ہی رہتا ہے۔ تقریباً یہ گلہ وشکوہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند صاحبزادہ محمد اجمل مہاروی مدظلہ نے اپنے مربی وروح وجسم اور شفیق والد گرامی کی خدمت میں پیش کیا، جس وقت حضرت والا فورٹ منرو میں قیام پذیر تھے، کہ حضور قبلۂ عالم

غریب نواز اور ان کے پیر ومرشد حضرت فخر جہاں دہلوی پھر حضرت قبلۂ عالم کی اولادِ مبارکہ میں کتنے جلیل القدر اور عظیم الشان دنیائے روحانیت کے مسلم امام وپیشوا گزرے ہیں۔ ان کے نام اور کارہائے نمایاں دب کر رہ گئے۔ جیسے ہمارے دادا جی قبلہ محمد غوث یا خواجہ امام بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نہ جانے ایسے کتنے اور شہباز طریقت ہیں، مگر دنیا جانتی ہی نہیں جبکہ بعض گدی نشین جتنا مشہور ہیں اسی قدر روحانیت میں پیچھے ہیں۔ ہمارے اسلاف کی گمنامی اور ان کی شہرت کی وجہ کیا ہے۔؟

حضرت ممدوح جو تقویٰ ورع کے پیکر تھے۔ ہر حال میں احتیاط کا پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیتے کہ مبادا غیبت کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ اس لیے سکوت اختیار فرمایا۔ مگر صاحبزادہ والا مرتبت نے جب دوسری بار توجہ مبذول کرائی تو ایک لمبی آہِ سرد نکالی اور صرف اتنا فرمایا:

''جب خدائے لم یزل کے حضور حاضری ہوگی تو وہاں پتہ چلے گا

کہ کون پیر بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔''

یعنی کس نے امت حبیب ﷺ کی غمخواری کی، انہیں دولتِ سکون بخشا اور کس نے لباسِ خضر میں ملبوس ہو کر تڑپتی پھڑکتی خلق خدا کو لوٹا۔ مادیت کے اس گھپ اندھیرے میں کتنے لوگوں نے اہل طریقت اور اہل تصوف کا لبادہ اوڑھ کر لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ادنیٰ و اسفل ہوتے ہوئے خود کو اعلیٰ و ارفع ظاہر کرنے کی کوششِ ناتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ غیر سید ہونے کے باوجود سادات کہلانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی وقعت وحیثیت خار کی سی ہوتی ہے، مگر وہ گل وگلزار اور رشکِ بہار کے خیالِ خام میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر میں ایسے ننگِ دین اور ننگِ ایمان بہروپیوں سے زمینِ وطن بھری پڑی ہے۔

عتاب آمیز خط:

اب آئیے اس کے برعکس اس مرد خود آگاہ اور درویش کے نقوشِ حیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جن کے ایک مرید مولانا

غلام عباس چشتی نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں عمداً، خطأً یا فرطِ عقیدت میں ایک خط میں حضرت خواجہ موصوف کے صاحبزادگان کے لیے ''سید'' کا لفظ لکھ دیا، تو آپ نے جوابِ خط کچھ اس عتاب آمیز انداز میں تحریر کیا اور اسے یوں بیدار کیا کہ جوش و جذبات کے سیل رواں میں ہوش کا ہونا ضروری ہے۔

''بیدار ہو آہوش میں اچھی نہیں خود رفتگی''

حضرت خواجہ موصوف اپنے حقیقت رقم قلم سے تحریر فرماتے ہیں،

''تم نے ایک زیادتی کی ہے، واللہ اعلم دانستہ یا غیر دانستہ، کہ جب بچوں کو سلام لکھے تو کسی کو ''سید'' اور کسی کو 'شاہ صاحب' لکھ دیا، حالانکہ ہم تو سیدوں کے غلام ہیں۔ کیا آپ کو ابھی تک بھی علم نہیں ہے کہ ہم تو قوم کے کھرل ہیں نہ کہ سید۔ آپ کی علمیت پر بہت افسوس ہوا ہے، امید ہے کہ تم آئندہ احتیاط سے کام لو گے۔'' (مکتوب گرامی محررہ، ۹۱-۴-۹)

ہمارے دوست علامہ قاری زاہد حسین اویسی ساکن علی پور

راوی ہیں کہ ایک بار دوران اعتکاف خواجہ صاحب کی بارگاہ میں شرف حاضری حاصل ہوا۔ علامہ سید غلام اکبر بخاری ساکن خانبیلہ ہمراہ تھے۔ محمد منیر احمد خان سکھانی نے جونہی شاہ صاحب کا تعارف کرایا تو خواجہ صاحب نے فرطِ محبت میں بلا توقف اپنے ہاتھ شاہ صاحب کے قدمین پر رکھ دیئے۔

"نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین"

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے:

کچھ عرصہ بعد مولانا غلام عباس چشتی نے اپنے ایک اور عریضہ میں استاد محترم مولانا خادم حسین سعیدی کی شفایابی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ حضرت والا نے ۹۲۔۲۔۱۶ کے جوابی خط سے اپنے دردمند قلم سے دعائیہ کلمات طیبات کچھ یوں تحریر فرمائے۔

"فقیر دعا گو ہے اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین صاحب کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔"

مگر تقدیر الٰہی کے کچھ فیصلے ایسے اٹل ہوتے ہیں کہ جہاں

محبوبانِ خدا بھی سرِ خم تسلیم کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر صحت یاب دیکھنے کے لیے دل میں یہ احساس پھر بھی باقی رہتا ہے۔ دیکھئے ایک عالم دین کی تندرستی کی بہار اور صحت کی شاہی دیکھنے کے لیے ایک مجسمۂ ایثار و خلوص شخصیت کس قدر بے قرار نظر آرہی ہے۔ ۹۳۔۷۔۲۷ کے اپنے ایک مکتوب شریف میں رقم طراز ہیں۔

"تمہارے سابق استاد صاحب کی شفایابی کی انتظار تھی، مگر افسوس کہ فی الحال تکلیف کما کان ہے۔"

مقبولان بارگاہ الہ، اولیاء کاملین اپنے خالق و مالک جل جلالہ کی بارگاہ سے ہر وقت پر امید رہتے ہیں۔ اس لیے مطمئن ہو کر اسی مکتوب گرامی میں آگے چل کر ارقام فرماتے ہیں،

"فقیر کا وظیفۂ دعا جاری ہے، اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔"

خامہ فرسائی کا حقدار کون؟

سچی بات تو یہی ہے کہ مجھ سے خطا کار اور عصیاں شعار کی کیا حقیقت کہ ایسے عارفِ وقت کی حیاتِ سعید پر خامہ فرسائی

کرے ۔ مجھے کیا خبر کہ آپ کی پاکیزہ اور قابل رشک زندگی کی انمول گھڑیاں کیسے بسر ہوئیں ۔ بچپن ،لڑکپن اور عنفوان شباب کی دل آویز بہاریں کیسے گزریں ۔ قابلِ احترام بڑھاپے کے شب و روز کیسے بیتے ۔ ان قابل قدر اوقات میں عبادات و ریاضات ، اوراد و وظائف کی پابندیاں، خوفِ خدا کے آنسو، حب نبی اور اتباع حبیب کے جوہر آبدار، آہِ نیم شبی کا درد، لذتِ مناجات، سوز گداز کی خیرات کا سوال خالق کائنات کی بارگاہ سے کس سلیقے سے کیا؟

مجھے کیا معلوم وہ چاندسی جبین رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنے مولٰی کے سامنے کتنا وقت سجدہ ریز ہوا کرتی اور زبان درفشان سے اپنے مالک کے حضور کیا التجا کرتی ۔ بقول تحسین سبائیوالوی:

سوزِ دل ، دردِ جگر، آہ ، اشک ، تڑپ
رزق یہ میرا، میرے خدا دیتے رہو

(حادثۂ وفا)

علم، حلم، وفا، حیا، جود و عطا، شرافت و نجابت، جذب و ضبط، دربار

حبیب ﷺ میں حاضری کی تڑپ، پھر وہاں کے آداب، جمال گنبد خضری کی رعنائیوں میں گم رہنا، حضرت موصوف کے وہ اوصاف ہیں، جن پر صحیح معنی میں اہل فہم میں سے وہ فیروز بخت شخص قلم اٹھانے کا حق دار ہے، جسے آپ کی فیض بار صحبت سے حظ وافر نصیب ہو چکا ہو اور جسے خلاق اعظم جل مجدہ نے بہار آفریں اور عزت مآب قلم بخشا ہو۔

بارگاہِ محبوب میں حاضری:

خانوادۂ قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کے اس پیکر تواضع کا بارگاہ محبوب کائنات ﷺ میں حاضری کے آداب کیا تھے ۔ اس سے راقم الحروف بے خبر ہے ۔ البتہ بعض دوستوں کی زبانی مجھے اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ آپ جب امام الہدیٰ، صدر ایوان حشر، محبوب خدا ﷺ کے دربار، گہربار جو عرش علٰی سے بھی برتر ہے، میں حاضر ہوتے ۔ ادب و نیاز اور شوقِ محبت کا اندازہ کچھ اس طرح ہوتا کہ آسمانِ علم و عرفان کی ایک گردوں فراز شخصیت کمال عاجزی و

انکساری کے ساتھ اپنے دلربا و دلکشا محبوب حجازی کی بارگاہ میں گردن جھکائے اس طرح موجود ہوتی کہ گویا جسم میں جان ہی نہیں۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یاں بے ادبی کا

(کوثر نیازی)

فرطِ محبت اور وفورِ شوق کی بنا پر جب کبھی گنبد خضریٰ کے نظارے کے لیے بے تاب نظریں اٹھتیں، تو ہزار ضبط سے کام لینے والے ایک اسیر جمال مصطفیٰ ﷺ کے ضبط کا بندھن ٹوٹ جاتا۔ نظر کے پیمانے بے اختیار چھلک پڑتے۔

یہ گنبد خضراء ہے اسے جاں میں سمو لے
دل کھول کے اے دیدۂ پرنم یہاں رو، لے
یہ اشکِ ندامت بھی بڑی چیز ہے احسن
سرکار کے قدموں میں زباں بولے نہ بولے

ویڑھا چنگا نئیں لگدا:

حیاتِ مستعار کے ایام آخری کا ذکر ہے کہ آپ نے شہر

محبوب میں قیام پذیر اپنے ایک مرید خاص (حافظ غلام یٰسین المعروف پیر پٹانی سرور والی ڈیرہ غازی خاں) کو ٹیلی فون پر حکم فرمایا کہ "خسرو حسن، شاہِ خوباں، محبوب مکرم ﷺ کے عرش ناز دربار میں جا کر قدمین شریفین میں حاضر حضور ہو جائیے، پھر اس فقیر بے نوا کی طرف سے ہدیۂ درود و سلام پیش فرمائیے اور یہ پیام عرض کر دیجئے۔

"حضور! ہُن اے ویڑھا مینوں چنگا نئیں لگدا"
عطا قدموں میں ہو دائم حضوری یا رسول اللہ
ہے اب ناقابل برداشت دوری یا رسول اللہ

بقول راوی کہ میں سرور سروراں، دلبر عاشقاں ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کی نعمتِ لازوال حاصل کی، پھر اپنے قبلہ و کعبہ شیخ مکرم کا مذکورہ بالا پیام عرض کر دیا۔ بخدا، دو یا تین دن بھی گزرنے نہ پائے، قلب حزیں دھڑک رہا تھا، خیریت دریافت کرنے کی غرض سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا۔ گھنٹی

مسلسل بجتی رہی، مگر ہائے افسوس! میں شرف ہمکلامی سے محروم رہا۔ حیرانی و پریشانی کی حالت میں میرا ضمیر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ شیخ کی عرضی بارگاہِ محبوب معظم میں شرف قبولیت پا چکی ہے۔ دل نواز محبوب ﷺ نے از راہ کرم اپنے عاشق زار کو اپنے ہاں بلا لیا ہے۔

وصل وصال کی گھڑیاں:

دوسری مرتبہ پھر نمبر ملایا، افسردگیٔ بخت کہ معمول کے خلاف شیخ محترم رضی اللہ عنہ کی آواز کی بجائے، آوازِ غیر سننے میں آئی۔ بے ساختہ فریاد کناں ہوا کہ ایک محبّ اپنے محبوب کے ہاں پہنچ چکا ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

وہ دل وہ بحرِ غم کا شناور کدھر گیا
وہ کاروانِ شوق کا رہبر کدھر گیا
افسردہ ہے خیال تو جذبات مردہ ہیں
احساس کی جبیں کا وہ جھومر کدھر گیا

راقم الحروف کو جونہی آپ کے وصال پر ملال کا علم ہوا، انتہائی

صدمہ ہوا۔ مہار شریف کی طرف عازم سفر ہوا۔ روئے زیبا کی زیارت کی، عوام کا ایک سیل رواں زیارت سے مستفید ہو رہا تھا۔ نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت سیدنا فخر جہاں دہلوی کے مایۂ ناز خلیفہ اور قابل احترام محبوب حضرت سیدنا قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نذرانۂ سلام پیش کیا۔ آپ کے واسطۂ جلیلہ سے رب قدیر جل شانہ کی بارگاہ میں دعا کی۔ ہمارے ممدوح حضرت خواجہ کی قبر شریف تیار ہو رہی تھی، وہاں جا کر اس تصور میں گم ہو گیا کہ چند گھڑیوں بعد یہاں ایک ماہِ شریعت اور مہ طریقت آغوشِ زمین چھپ جائے گا۔ جس نے اپنی فیض بار نظر سے ایک جہان کو منور کر رکھا تھا۔ آہ !

اک بندۂ خدا کو خدا نے بلا لیا
بندے اسی کے سارے کے سارے اداس ہیں

☆☆☆☆

کاوشیں: از غلام جیلانی چاچڑ

☆ ترجمہ "خیر الاذکار فی مناقب الابرار" (مطبوعہ)

☆ ترجمہ اصول السماع از مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

☆ جامع العلوم شخصیت علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ (مطبوعہ)

☆ اولیاء اللہ کی ایمان افروز باتیں (مطبوعہ)

☆ مردِ مومن تذکرہ علامہ مولانا خادم حسین سعیدیؒ (مطبوعہ)

☆ بہار آفریں پیام جوانان اہل سنت کے نام (مطبوعہ)

☆ ترجمہ دعائے انس رضی اللہ عنہ (زیر طبع)

☆ تحصیل البرکات بیان معنی التحیات از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمہ از غلام جیلانی چاچڑ (غیر مطبوعہ)

اسلام میں بدعت کا تصور (غیر مطبوعہ)

☆ یارسول اللہ کی کثرت کیجئے (زیر طبع)

☆ تعزیت کا مسنون طریقہ (مطبوعہ)

کاوشیں: از غلام جیلانی چاچڑ

☆ ترجمہ "خیر الاذکار فی مناقب الابرار" (مطبوعہ)

☆ ترجمہ اصول السماع از مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

☆ جامع العلوم شخصیت علامہ عبد العزیز پرہارویؒ (مطبوعہ)

☆ اولیاء اللہ کی ایمان افروز باتیں (مطبوعہ)

☆ مردِ مومن تذکرہ علامہ مولانا خادم حسین سعیدیؒ (مطبوعہ)

☆ بہار آفریں پیام جوانانِ اہل سنت کے نام (مطبوعہ)

☆ ترجمہ دعائے انس رضی اللہ عنہ (زیرِ طبع)

☆ تحصیل البرکات بیان معنی التحیات از شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اُردو ترجمہ از غلام جیلانی چاچڑ (غیر مطبوعہ)

اسلام میں بدعت کا تصور (غیر مطبوعہ)

☆ یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے (زیرِ طبع)

☆ تعزیت کا مسنون طریقہ (مطبوعہ)

ناشر: ادارہ تعلیمات اسلامیہ ٹھٹھہ چنڈیر 0308-6759246